صرف احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کیلئے

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی

تالیف

لقمان احمد کشور

شائع کردہ: مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

''حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی''

جماعت کپورتھلہ نے خدا کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ السلام کو مانا اور پھر عشق ووفا کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ ان کی خدمات کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ خدا کے مسیح نے انہیں جنت میں بھی اپنے ساتھ ہونے کا وعدہ دیا۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب بھی اسی جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک بے نظیر اور واجب التقلید وجود تھے۔ آپ حضورؑ سے بیعت سے پہلے بھی تعلق رکھتے تھے اور جب حضورؑ نے اپنے مسیح موعود ہونے کا الہام سنایا تو بغیر کسی سوال جواب کے آنحضور ﷺ کا سلام آپؑ کو پہنچایا۔ آپ حضرت اقدسؑ سے انتہا درجہ کا عشق کرتے تھے۔ جب ذرا فرصت ملتی حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ آپ نے اخلاص ووفا کے ساتھ ساتھ مالی قربانی کی بھی اعلیٰ مثالیں قائم فرمائیں۔

خدا تعالیٰ ہمیں ان اعلیٰ نمونوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

خاکسار

فرید احمد نوید

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

پیش لفظ

کپورتھلہ کے رفقاء نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق اور محبت اور فدائیت کے جو ابواب رقم فرمائے یقیناً تاریخ میں انہیں سنہرے حروف میں محفوظ رکھا جائے گا۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی یکے از فدائیانِ کپورتھلہ تھے۔ آیئے آپ کی زندگی کے چند واقعات کو پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ یہ کتابچہ ہمارے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوگا۔

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کے اس بابرکت موقع پر خلافت کے جانثاروں کے بارے میں تعارفی کتب شائع کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ زیر نظر کتاب مکرم لقمان احمد کشور صاحب کے قلم سے لکھی گئی ہے، اور یہ اس کی پہلی طباعت ہے۔ خاکسار اس کتاب کی تیاری میں مکرم عطاء العلیم ثمر صاحب اور مکرم طاہر احمد شمس صاحب کی معاونت کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ خدا تعالیٰ ان کا حامی وناصر ہو اور اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

والسلام

خاکسار

حافظ محمد ظفر اللہ کھوکھر

مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی

''ہم اور آپ کوئی دو وجود ہیں؟''

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اذن الٰہی پا کر لوگوں کو دعوت حق دی تو وہ لوگ جو عرصہ دراز سے آس لگائے بیٹھے تھے کہ مسیحا آئے گا اور ہم پر برکتوں کے خزانے لٹائے گا اور ہم اس کی صحبت سے مستفیض ہونگے اور الٰہی معارف ہم پر کھلیں گے اور ہمیں پریشانیوں سے نجات ملے گی۔ ایسے لوگوں میں سے وہ جو آپ کو پہلے سے جانتے تھے اور امید لگائے بیٹھے تھے کہ کب حضور علیہ السلام کو بیعت لینے کا حکم ہو اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور دل سکون پائیں۔ لہذا جب ایسا حکم ہوا تو وہ دیوانہ وار خدا کے اس مسیح کی بستی کی طرف لپکے اور ایسے آئے کہ انہیں اپنے گھر بار بھول گئے بلکہ اپنے وطن تک چھوڑنے پر آمادہ ہوگئے، انکا اب ایک ہی مقصد تھا کہ وہ اس مسیح موعود کی ہستی سے فیضیاب ہوسکیں جسکی راہ تکتے تکتے انکی نظر تھک گئی تھی اور جسکے دیدار کو دنیا ترس رہی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ انکی روحوں کی پیاس بجھے اور دلوں کو تسکین ملے، خدا کے اس مسیح کا دیدار کرتے رہیں اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی رہے اور روحانی زندگی پائیں۔

ایسے ہی دیوانوں کا ایک مسکن ریاست کپورتھلہ میں بھی تھا جو مسیح الزمان پر پہلے سے ہی نظر جمائے بیٹھے تھے کہ کب اشارہ ہو اور وہ تن من دھن کی بازی لگا کر اس مسیحا کے قدموں میں ڈھیر ہو جائیں اور کب وہ شمع روشن ہو کہ یہ پروانے اس کے گرد جمع ہو جائیں اور رضائے باری تعالیٰ اور رضائے مہدی دوراں کے وارث ٹھہریں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلان بیعت کے ساتھ ہی اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا کا مثالی نمونہ بننے والے، تا حیات اپنے مسیح کے در کے غلام بن کے رہ جانے والے اور کہیں چین نہ پانے والے وجودوں میں سے ایک وجود حضرت منشی ظفر احمد صاحب کا ہے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت اور عشق نے یہ مقام عطا فرما دیا کہ ’’ہم اور آپ کوئی دو وجود ہیں؟‘‘

اور پھر اہالیان ریاست کپورتھلہ جو ہر دم قربانی کے لئے تیار رہتے تھے، کے متعلق حضور نے دنیا اور آخرت میں ساتھ ہونے کی بابت بھی فرمایا۔

خاندان

حضرت منشی ظفر احمد صاحب ریاست کپورتھلہ سے تعلق کی وجہ سے کپورتھلوی کے نام سے مشہور تھے۔ کپورتھلہ آپ کا وطن نہ تھا بلکہ آپ وہاں اپنے چچا حافظ احمد اللہ صاحب (جو قصبہ سلطان پور ریاست کپورتھلہ میں تحصیلدار تھے اور ان کے اولاد نہ تھی) کے پاس رہتے تھے جو آپ کو اپنے بیٹے کی طرح پیار کرتے تھے۔ آپ 1280 ھجری میں پیدا ہوئے اور 1360 ھجری میں آپ کی وفات ہوئی۔

(حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی یوم وفات 20 اگست 1941ء ہے۔ آپ کی عمرِ دراز کے متعلق جو روایات ملتی ہیں ان کے مطابق آپ نے 78 یا 80 برس کی عمر پائی۔ لہٰذا اس حساب سے آپ کی تاریخ پیدائش 1862-63 عیسوی معلوم ہوتی ہے)

((رفقاء) احمد جلد چہارم ص 4)

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب فرماتے ہیں:

’’حضرت منشی ظفر احمد صاحب میری تحقیقات میں کپورتھلہ کی جماعت کے آدم ہیں۔ عین عنفوان شباب میں انہوں نے براہین احمدیہ کو پڑھا اور اس نور سے حصہ لیا..... وہ ضلع مظفر نگر یو پی کے اصل باشندے تھے۔ اور ایک شریف معزز اور عالم خاندان کے فرد تھے۔ خاندان میں شرافت کے علاوہ دینداری کا ہمیشہ چرچا رہا۔ اس لئے کہ خاندان مغلیہ کے عہد...... میں اس خاندان کے تذکرے آتے ہیں۔ یہ قانون گو کہلاتے تھے۔ قرآن کریم کو حفظ کرنے کا بھی شوق اس خاندان میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ خود حضرت منشی صاحب کے والد صاحب، دادا صاحب، پردادا صاحب سب حافظ قرآن تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت منشی صاحب کو قرآن مجید کے حقائق و معارف کے ایک چشمہ جاریہ پر لا کر کھڑا کر دیا اور وہ سیراب ہوتے رہے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشاق میں سے تھے۔ اہل بیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت ان کے ایمان کا جزو اعظم تھا...... بزرگان ملت حضرت خلیفہ اول، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور دوسرے (رفقاء) کبار کے ساتھ محبت رکھتے تھے جو دراصل خود ان کی اس محبت کا عکس تھا۔‘‘

((رفقاء) احمد جلد چہارم ص 38)

آپ کا قد چھوٹا، چہرہ باوقار اور بہت خوبصورت، آنکھیں بڑی بڑی اور بہت روشن، پیشانی بہت اونچی، داڑھی چھوٹی چھوٹی اور خوش نما، جسم سڈول اور مضبوط، آواز بہت شیریں تھی۔ قرآن شریف بہت خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی۔ رفتار میں تیزی تھی، کلام میں روانی تھی اور بہت پاکیزہ زبان بولتے تھے۔ محاورات میں ادب کا خاص خیال رکھتے تھے اور مشکل الفاظ سے اجتناب کرتے تھے۔ یوں بات کرتے کہ دل میں اتر جاتی۔

خاندان میں سب سے پہلے آپ نے اور پھر آپ کے والد مشتاق احمد عرف محمد ابراھیم صاحب نے بیعت کی۔ لیکن تھوڑے عرصہ بعد آپ کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا اور یہ پتہ نہیں کہ انہیں حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی تھی کہ نہیں۔

اپنے والد صاحب کی بیماری میں آپ نے ان کی بہت خدمت کی۔ جب ان کی وفات قریب تھی تو انھوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا مانگ رہے ہیں؟ فرمانے لگے کہ تم نے میری بڑی خدمت کی ہے میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمہیں بہت اولاد دے۔ خدا کی شان ہے کہ آپ کے تینوں بھائی بے اولاد رہے مگر آپ کو خدا تعالیٰ نے اس قدر اولاد دی کہ آپ کی وفات کے وقت آپ کی اولاد بشمول پوتے وغیرہ پچیس ہو چکی تھی۔

آپ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی محترمہ سیدہ بدرالنساء صاحبہ سے ہوئی تھی جن کے والد میرٹھ کے تھے اور بالآخر مکہ چلے گئے تھے۔ دوسری شادی محترمہ بتول بیگم صاحبہ آف بڈھانہ سے ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے دونوں بیویوں سے آپ کو

اولاد عطا کی تھی۔

آپ کے تینوں بھائی حافظ قرآن تھے۔ آپ خود حافظ تو نہ تھے مگر قرآن شریف خوب یاد تھا اور حافظہ کی مدد سے ہر مضمون کی آیت پڑھ دیتے تھے۔ آپ نے مکتبی تعلیم کے تحت زبان فارسی اور درسی کتب کی تکمیل کی۔ جن اساتذہ سے آپ نے درسی کتب سیکھیں انہی سے کھیل بھی سیکھا۔ ایک دفعہ آپ کے والد صاحب نے آپ کے استاد سے کہا کہ تم اپنے شاگردوں کے ساتھ کھیل میں بھی مصروف ہوجاتے ہو یہ وقار کے خلاف ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ نوجوانوں کو ادھر ادھر جانے سے روکنا حفظ اخلاق کے لئے ضروری ہے اور اس نیت سے میں انہیں سبق کے بعد بھی مصروف رکھتا ہوں تا کہ ان کے اخلاق میں کوئی انتشار نہ پیدا ہو۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم ص3)

زمانہ طالبعلمی میں آپ کی ذہانت کے متعلق ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کو کسی مقدمہ کے سلسلہ میں کچہری جانا پڑا۔ وہاں پر ایک تحریر کسی نے خط طغریٰ (عربی رسم الخط میں فنکارانہ اور خوبصورت تحریر) میں لکھ کر امتحاناً پیش کی ہوئی تھی۔ سب لوگ اس کو پڑھنے میں ناکام رہے مگر آپ نے اس تحریر کو بالکل صحیح پڑھ دیا۔ جس سے لوگوں پر آپ کی ذہانت کا کافی اثر پڑا اور کچہری میں آپ کو ملازمت کی پیشکش بھی ہوئی مگر آپ کی والدہ صاحبہ نے زمیندار گھرانے سے تعلق اور خداداد کشائشِ رزق کے باعث ملازمت کی اجازت نہ دی۔

آپ کے چچا حافظ احمد اللہ صاحب جن کے پاس آپ رہتے تھے، نے اپنی وفات سے قبل اپنی جائیداد جو بہت کثیر تھی آپ کے حق میں لکھ دی تھی۔ مگر اپنے والد صاحب کے توجہ دلانے پر کہ اس پر حق اس چچی کا ہے جو پہلے ہی سے بے اولاد ہے اور اس طرح اس کی مزید دل شکنی ہوگی، اس تحریر کا کاغذ چاک کر دیا اور تمام جائیداد اپنی چچی کے نام کروادی۔

ریاست کپورتھلہ میں رہائش کے دوران آپ نے عدالت میں اپیل نویسی اختیار کر لی۔ اس زمانہ میں سرکار کی طرف سے ایک ہی شخص کو اپیل نویسی کا حق ہوتا تھا اس لئے ذریعہ معاش کے طور پر آپ کو معقول آمدنی ہو جاتی تھی۔ اور ویسے بھی آپ تحریر میں بہت مشاق اور ماہر تھے اس لئے آپ کا نام بطور اپیل نویس مشہور تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ مجسٹریٹ آپ سے سررشتہ داری (ہیڈ کلرک) کا کام بھی لیتا تھا اور آپ کی بجائے اور شخص اپیل نویسی کا کام کر لیتا تھا۔ اس کا فائدہ آپ کو یہ ہوتا تھا کہ ملازمت والی پابندی نہ تھی اور جب جی چاہتا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے۔

حضرت منشی اروڑا صاحب اسی عدالت میں نقشہ نویس تھے اور حضرت محمد خان صاحب کا دفتر بھی پاس ہی تھا۔ کچہری سے فارغ ہو کر آپ اور حضرت منشی اروڑا صاحب، حضرت محمد خان صاحب کے دفتر چلے جاتے اور دوسرے احمدی احباب بھی اپنے کاروبار زندگی سے فارغ ہو کر وہاں آ جاتے اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر ہوتا،

آپؑ کی کوئی کتاب پڑھی جاتی یا آپؑ کی نظمیں خوش الحانی سے پڑھتے۔ عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں وہیں ادا کرتے اور رات گئے گھروں کو واپس جاتے۔ غرضیکہ یہ تمام لوگ عشق و محبت کے بندے تھے اور آپس میں بے نظیر ہمدردی اور محبت رکھتے تھے۔ اگر کسی دن کوئی شخص محفل میں شریک نہ ہوتا تو اس کے گھر پر جا کر خیریت دریافت کی جاتی۔ یہ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا نقشہ خدا کے فرستادوں سے محبت کا نتیجہ تھا۔

(بحوالہ (رفقاء) احمد جلد چہارم ص5)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کو شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ کپورتھلہ میں شعر و سخن کا بڑا چرچا تھا اور وہاں مشاعروں کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا تھا۔ اسی طرح کے ایک مشاعرہ میں آپ بھی شامل ہوئے اور ایک غزل پڑھی۔ لیکن جب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں باریاب ہونے کا شرف حاصل ہوا شعر گوئی ترک کر دی۔ آپ کے بیٹے حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب روایت کرتے ہیں کہ میں نے بچپن میں ایک غزل لکھی اور والد صاحب کے ایک دوست کو سنائی۔ اس نے یہ بات آپ تک شکایت کے رنگ میں پہنچا دی۔ آپ نے اس وقت تو مجھے کچھ نہ کہا مگر کچھ عرصہ بعد ایک دن چلتے چلتے مسکراتے ہوئے میرے چہرے پر نظر ڈالی اور فرمایا ''تم شعر کہا کرتے ہو؟'' میں نے شرم سے آنکھیں نیچی کر لیں! پھر خود ہی فرمایا: ''ہم تو اسے لغو کام سمجھ کر چھوڑ چکے ہیں۔ تمہیں اگر شوق ہو تو سلسلہ احمدیہ کی خدمت کیلئے شعر کہہ لیا کرو۔''

((رفقاء) احمد جد چہارم ص9)

(حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب ،حضرت منشی صاحب کے صاحبزادے تھے جن کی پیدائش پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود مبارکباد کا خط تحریر فرمایا تھا اور ''محمد احمد'' کا نام عطا فرمایا اور لمبی عمر کی دعا دی ،آپکی وفات 28 مئی 1993 کو بعمر 97 سال ہوئی۔ آپ نے اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی اور انتہائی مخلص ،فدائی خادم ، ماہر لسانیات ، قانون گو، بزرگ اور خدا رسیدہ انسان تھے۔حضرت مسیح موعودؑ کے اس دعویٰ کو کہ عربی زبان ام الالسنہ ہے،ثابت کرنے کے لئے ہر ممکن تحقیق فرمائی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جلسہ سالانہ 1982ء کے خطاب میں آپ کی علم لسانیات میں غیر معمولی مہارت اور عربی زبان کی تاریخی خدمات پر آپ کو خراج تحسین پیش فرمایا تھا اور آپ کی علم لسانیات کی مہارت کو اس علم کے ماہرین کے ہم پلہ بلکہ ان سے برتر قرار دیا تھا اور خطبہ جمعہ یکم جنوری 1993ء میں آپ کو مقام کے لحاظ سے رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں شمار فرمایا۔ آپ لمبا عرصہ امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع فیصل آباد رہے اور آپکے بعد آپکے بیٹے مکرم و محترم شیخ مظفر احمد صاحب اب یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔)

بیعت

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کا سلسلہ احمدیہ سے بیعت اور حضرت مسیح موعود علیہ

السلام سے محبت اور تعلق کا باعث کتاب براہین احمدیہ تھی۔ براہین احمدیہ جب چھپی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ایک نسخہ حاجی ولی اللہ صاحب کو بھیجا جو کپورتھلہ میں مہتمم بندوبست تھے۔ وہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ وہ کتاب اپنے ساتھ اپنے وطن قصبہ سرادہ ضلع میرٹھ لے گئے۔ وہاں جب حضرت منشی صاحب کی ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے وہ کتاب آپ کو پڑھنے کے لئے دے دی۔ آپ اس کتاب کو پڑھا کرتے اور عش عش کرا ٹھتے اور اس کی فصاحت و بلاغت پر فریفتہ ہوگئے اور اسی چیز نے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عاشق بنا دیا۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت ہوگئی۔ ایک دفعہ آپ کسی کام سے لدھیانہ گئیا س دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی لدھیانہ ٹھہرے ہوئے تھے اور آپ کی حضور سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس ملاقات کے بعد آپ کی قادیان میں آمدورفت عام ہوگئی۔ آپ نے کئی دفعہ حضورؑ سے عرض کیا کہ بیعت لے لیں۔ لیکن حضورؑ نے انکار فرما دیا کہ مجھے حکم نہیں۔ مگر جب حضورؑ نے بیعت کا اعلان فرمایا تو حضرت منشی صاحب و حضرت محمد خان صاحب اور حضرت منشی اروڑا خان صاحب کے نام ایک خط لکھا کہ آپ بیعت کے لئے کہا کرتے تھے مجھے اب اِذن الٰہی ہو چکا ہے۔ اس خط کے مطابق مذکورہ رفقاء کرام نے لدھیانہ پہنچ کر بیعت کی۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب حضرت منشی ظفر احمد صاحب خود بیان فرماتے ہیں:

سبز کاغذ پر جب اشتہار حضور نے جاری کیا تو میرے پاس بھی 6،7 اشتہار حضور نے بھیجے۔ منشی اروڑا صاحب فوراً لدھیانہ کو روانہ ہوگئے۔ دوسرے دن محمد خان صاحب اور میں گئے اور بیعت کر لی۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب تیسرے دن پہنچے کیونکہ انھوں نے استخارہ کیا اور آواز آئی ''عبدالرحمٰن آجا''۔ ہم سے پہلے آٹھ نو کس بیعت کر چکے تھے۔ بیعت حضور اکیلے اکیلے کو بٹھا کر لیتے تھے۔ اشتہار پہنچنے سے دوسرے دن چل کر تیسرے دن صبح ہم نے بیعت کی۔ پہلے منشی اروڑا صاحب نے پھر میں نے۔ میں جب بیعت کرنے لگا تو حضور نے فرمایا کہ آپ کے رفیق کہاں ہیں! میں نے عرض کی منشی اروڑا صاحب نے تو بیعت کر لی ہے اور محمد خان صاحب نہا رہے ہیں کہ نہا کر بیعت کریں۔ چنانچہ محمد خان صاحب نے بیعت کر لی۔ ان کے ایک دن بعد منشی عبدالرحمٰن صاحب نے بیعت کی۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب، منشی اروڑا صاحب اور محمد خان صاحب تو بیعت کر کے واپس آگئے کیونکہ یہ تینوں ملازم تھے۔ میں 15، 20 روز لدھیانہ ٹھہرا رہا اور بہت سے لوگ بیعت کرتے رہے۔ حضور تنہائی میں بیعت لیتے تھے اور کواڑ بھی قدرے بند ہوتے تھے۔ بیعت کرتے وقت جسم پر ایک لرزہ اور رقت طاری ہو جاتی تھی۔ اور دعا بعد بیعت بہت لمبی فرماتے تھے۔ اس لئے ایک دن میں بیس پچیس کے قریب بیعت ہوتے تھے۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم صفحہ 21)

خادم اپنے آقا کی نگاہ میں

حضرت منشی صاحب بہت اچھے انشاء پرداز بھی تھے۔ بہت پاکیزہ خط اور زود نویسی میں خاص ملکہ تھا اور اس پر پھر حضرت صاحب کی کتب کا بکثرت مطالعہ یہ سب امور بھی حضرت صاحب سے قرب کا باعث ہوئے۔ جب آپ قادیان ہوتے تو حضورؑ کی ڈاک اور جوابات کا لکھنا آپ کے سپرد ہوتا۔ بہت دفعہ حضرت صاحب مضامین و اشتہارات بول کر آپ کو لکھواتے۔ جنگ مقدس یعنی آتھم والا مباحثہ بھی آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ آپ کو زود نویسی کی وجہ سے حضرت صاحب کی خدمت کا بہت موقع ملا۔

(رفقاء) احمد جلد چہارم ص 11 پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا ایک قول درج ہے کہ آپ نے حضرت منشی صاحب سے فرمایا کہ مجھے آپ پر رشک آتا ہے کیونکہ آپ کا زود نویس ہونا بھی حضرت صاحب سے قرب کا موجب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے متعلق واقعات میں اپنی رسا طبیعت اور حاضر جوابی کی وجہ سے دقیق الفہم کا لفظ لکھا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے قریباً ہر سفر میں آپ ساتھ ہوتے تھے کیونکہ کپورتھلہ والے حضور کی ہر بات پر دھیان رکھتے تھے اور خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب دہلی تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ بھی ساتھ تھے۔ امرتسر کے اسٹیشن پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پائے گئے۔ آپ نے حضرت

صاحب سے عرض کیا کہ محمد حسین صاحب بھی یہاں ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا انہیں ہماری اطلاع کر دو۔ محمد حسین صاحب سے آپ (یعنی منشی صاحب) کا پرانا تعلق تھا۔ آپ جو اسے ملے تو اس نے مزاحیہ انداز میں کہا: ''او کپورتھلیو! تم ابھی بھی گمراہی نہیں چھوڑتے۔''

منشی صاحب: حضرت صاحبؑ دہلی تشریف لے جا رہے ہیں۔

محمد حسین: پھر مجھے اس سے کیا؟

منشی صاحب: پھر آپ کا کام وہاں کون کرے گا (یہ ایک بڑا طنزیہ اشارہ تھا جس پر محمد حسین صاحب نے منشی صاحب کو بے تکلفانہ بُرا بھلا کہنا شروع کیا اور پھر کہا!)

محمد حسین: میں نے مرزا صاحب کی تردید میں ایک بڑا پرزور مضمون لکھا تھا۔ آپ کو سناتا مگر اتفاق ایسا ہوا ہے کہ جس بیگ میں وہ مضمون تھا وہ گم ہو گیا ہے۔

منشی صاحب: تو کیا آپ اب بھی ایمان نہیں لاتے؟

محمد حسین: اچھا تو یہ بھی مرزا صاحب کی کرامت ہوئی؟

منشی صاحب: تو اور کیا کرامت کے سر پر سینگ ہوتے ہیں؟

محمد حسین: تو کیا میں پھر وہ مضمون نہیں لکھ سکتا؟

منشی صاحب: تو کیا خدا اسے پھر گم نہیں کر سکتا؟

((رفقاء) احمد جلد چہارم ص20)

کپورتھلہ کے (رفقاء) نے مرکز میں رہنے والے دوستوں کو پابند کیا ہوا تھا کہ وہ

ہر روز حضور کے حالات اور الہامات لکھ کر بھیج دیا کرتے تھے۔ سفر میں حضور کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا، مخالفوں کی روش پر کڑی نظر رکھنا اور تمام حالات سے باخبر رہنا۔ ضروری خدمات کو ازخود کسی کی فرمائش کے بغیر ادا کرنا اور ہر امر میں محتاط اور چوکس رہنا حضور کے رفقاء کا وصف تھا اور حضرت منشی صاحب کی روایات میں یہ امور جا بجا نظر آتے ہیں۔

وفات

وفات سے ایک سال قبل آپ نے ایک رؤیا دیکھی جس میں خود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس دیکھا اور اس کے بعد سے گویا آپ چلنے کیلئے ہر وقت تیار رہتے۔ 15 اگست 1941ء کو آپ بیمار ہو گئے اور پیچش اور دست کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ پھر قے اور ہچکی، باوجود ہمہ قسم کے علاج کے طبیعت نہ سنبھلی اور حالت روز بروز کمزور ہوتی گئی۔ اس کمزوری کے باوجود آپ خود اٹھنے بیٹھنے کی کوشش کرتے۔ اس بیماری کے دوران ایک دوست حکیم محمد یعقوب صاحب ملنے کیلئے آئے اور کہا منشی صاحب! آپ فکر نہ کریں۔ جب وہ چلے گئے تو اپنے بیٹے شیخ محمد احمد مظہر صاحب سے بڑے استغناء سے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''مجھے ذرا بھی ڈر نہیں کہ موت آئے۔ میرا جہاز بھرا ہوا ہے۔'' مطلب یہ تھا کہ خدا کے فضل سے میرا انجام بخیر ہو گا۔ لہٰذا 20 اگست 1941 کو اسی بیماری میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کو حافظ محمود الحق صاحب نے غسل دیا۔ کپورتھلہ میں آپ کے بیٹے حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

تابوت قادیان لایا گیا اور قطعہ رفقاء میں تدفین ہوئی۔ قادیان میں تدفین سے قبل حضرت مولوی شیر علی صاحب نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت مصلح موعود ڈلہوزی ہونے کی وجہ سے جنازہ نہ پڑھا سکے اور واپس قادیان تشریف لانے پر آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

مسیحِ دوراںؑ سے عشق

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں کوئی تقریب تھی جس کا علم احباب کپورتھلہ کو نہ ہوا تو میاں محمد خان صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خط لکھا کہ حضور ہمیں اس تقریب کی اطلاع نہیں دی گئی۔ حضور نے جواباً لکھا کہ میں نے مولوی عبدالکریم صاحب سے کہہ دیا تھا کہ آپ کو اور چند دوستوں کو ضرور اطلاع کر دیں لیکن وہ لکھنا بھول گئے اور اس تقریب میں آپ لوگوں کے شامل نہ ہونے کا مجھے بڑا قلق تھا لیکن آپ خیال نہ کریں کیونکہ کپورتھلہ کی جماعت دنیا میں میرے ساتھ رہی ہے اور آخرت میں بھی میرے ساتھ ہوگی۔

حضرت منشی صاحب کے متعلق تو لکھا جا چکا ہے کہ آپ نے وفات سے پہلے جو رؤیا دیکھی تھی اس میں خود کو حضرت مسیح موعودؑ کی معیت میں دیکھا تھا اور یہ گواہی تھی کہ کس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ ان کے حق میں پورے ہونے والے ہیں۔

حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب تحریر کرتے ہیں کہ والد صاحب کی وفات کے تیسرے دن خاکسار نے رؤیا دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے گھر تشریف

لائے ہیں اور مجھے فرمایا کہ اپنے ابا کو بلاؤ اور پھر بڑی محبت سے دونوں میں ملاقات ہوئی اور حضرت مسیح موعودؑ والد صاحب کو اپنے ساتھ لے گئے۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم ص23-24)

یکے از 313 رفقاء

’’آئینہ کمالات .....‘‘ میں حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں اپنے رفقاء کا ذکر فرمایا وہاں یہ بھی فرمایا کہ یہ تمام (رفقاء) خصلت صدق وصفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمیٔ دین میں سبقت لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے۔

اسی فہرست میں نمبر 7 سے 9 تک حضرت منشی اروڑا صاحب، حضرت میاں محمد خان صاحب اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے اسماء درج ہیں۔

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی فرماتے ہیں:

’’ایک مرتبہ جب کرم دین سے مقدمات کا سلسلہ جاری تھا اور وہ لمبا ہو گیا۔ حضرت صاحب کو ایک تاریخ پر قادیان سے تشریف لے جانا تھا۔ ایک دو روز پیشتر اس قدر بارش ہوئی کہ راستہ ناقابل گذر اور دشوار گذار بن گیا۔ سڑک پر سیلاب جاری تھا۔ جو احباب گورداسپور میں مقیم تھے انہوں نے خاص آدمی قادیان حضرت کو اطلاع کرنے کے لئے بھیجا کہ بارش بہت ہوئی ہے راستہ خراب ہے حضور تشریف نہ لاویں۔ اس سیلاب میں ہمارے بعض دوست گلے تک پانی

میں گذر کر گورداسپور پہنچے۔ ان میں منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ کے مخلص ترین دوست بھی تھے۔''

(الحکم مورخہ 28 جون 1918ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں آپ کا مقام

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ ازالہ اوہام طبع اول کے صفحہ 800 میں فرماتے ہیں:

''حِبّی فی اللہ منشی ظفر احمد صاحب۔ یہ جوان صالح کم گو اور خلوص سے بھرا دقیق فہم آدمی ہے۔ استقامت کے آثار وانوار اس میں ظاہر ہیں۔ وفاداری کی علامات وامارات اس میں پیدا ہیں۔ ثابت شدہ صداقتوں کو خوب سمجھتا ہے اور ان سے لذت اٹھاتا ہے۔ اللہ اور رسول سے سچی محبت رکھتا ہے اور ادب جس پر تمام مدار حصول فیض ہے اور حسن ظن جو اس راہ کا مرکب ہے دونوں سیرتیں ان میں پائی جاتی ہیں۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ۔''

اور آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ 82 میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: .....حِبّی فی اللہ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی.....

آپ کی چند دلچسپ روایات

ہم تین ہو گئے

حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب حضور کو مسیح موعود ہونے کا الہام ہوا تو میرے دوست منشی اروڑا صاحب نے ذکر کیا کہ ایک بڑا ابتلاء آنے والا ہے۔ وہ قادیان سے یہ الہام سن کر آئے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا مگر انہوں نے نہ بتلایا۔ مگر یہی کہتے رہے کہ ایک بڑا ابتلاء آنے والا ہے۔ اس پر میں خود قادیان چلا گیا تو حضور نے فرمایا کہ ہمیں یہ الہام ہوا ہے۔ میں نے اسی وقت عرض کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ان کا زمانہ پائے وہ میرا سلام انہیں پہنچائے۔ اس لئے میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے حضور کو سلام پہنچاتا ہوں۔ حضور بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ جس اخلاص اور محبت سے کپورتھلہ والوں نے مانا ہے اس کی نظیر کم ہے۔ اس کے کچھ دن بعد میں نے واپسی کی اجازت چاہی کہ اپنے دوستوں کو جا کر اطلاع دوں۔ حضور نے فرمایا آپ ذرا ٹھہریں میں ایک کتاب ''فتح.....'' لکھ رہا ہوں وہ چھپ جائے تو لے کر جائیں۔ میں ایسے دلائل دوں گا کہ مخالفوں کو ڈھونڈو گے تو گھر سے نہ ملیں گے۔

میں کپورتھلہ واپس آیا تو منشی روڑا صاحب، محمد خان صاحب سے اس دعویٰ کا

ذکر کر چکے تھے اور دونوں میرے انتظار میں یکہ خانہ کپورتھلہ پر جایا کرتے تھے۔ میں جب واپس آیا تو میں نے یکے میں سے ہی کہا کہ ہمارا تو پہلے سے ہی ایمان ہے۔ آپ (منشی اروڑا صاحب) یہ ابتلاء کیا لئے پھرتے تھے۔ اس پر دونوں صاحب مجھ سے لپٹ گئے (بغلگیر ہو گئے) کہ ''ہم اب تین ہو گئے''۔

پھر ہم نے اسی وقت بلا توقف جا کر منشی عبدالرحمٰن صاحب سے ذکر کیا تو انھوں نے معاً کہا۔ **اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا۔** ((رفقاء)احمد جلد چہارم صفحہ 125)

نیا نو دن پرانا سو دن

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جالندھر کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے اور اکثر احباب بھی اس موقعہ پر آ گئے۔ ایسا کبھی ہوا ہی نہیں کہ حضور کسی مقام پر گئے ہوں اور احباب پروانوں کی طرح اِدھر اُدھر سے آ کر جمع نہ ہو گئے ہوں۔ ان آنے والوں میں دور ونزدیک یعنی فاصلہ اور خرچ کا سوال ہی نہ ہوتا تھا۔ ان کی ایک ہی غرض ہوتی تھی کہ

روز واقعه پیش نگار خود باشیم

(یعنی واقعہ کے روز میں اپنے محبوب کے پاس ہوں گا)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قیام کسی قدر لمبا ہو گیا اور احباب جو رخصت لے کر آئے تھے یکے بعد دیگرے رخصت ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ صرف منشی ظفر احمد

صاحب رہ گئے۔ حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پور سے روز آتے اور چلے جاتے مگر منشی صاحب دھونی رمائے بیٹھے تھے۔ ایک دن حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نظارہ کو دیکھ کر انہیں خطاب کر کے فرمایا

''نواں نو دن پرانا سو دن۔''

حضرت منشی صاحب نے اپنی اس سعادت پر جائز فخر کیا۔ فرمایا کرتے تھے مجھے اس وقت بہت ہی لطف آیا کہ میں خدا کے فضل سے سو دن والوں اور پرانوں میں شریک ہوں اور میں دل میں سمجھتا تھا کہ الحمدللہ اب خلوت میسر آ گئی۔ مگر چند روز کے بعد پھر حلقہ احباب وسیع ہونے لگا۔

((رفقاء)احمد جلد چہارم صفحہ 48)

میں رونے لگا

حضرت منشی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور سے جالندھر کی پہلی ملاقات کے بعد دو ماہ کے قریب گزرنے پر میں قادیان گیا۔ اس کے بعد مہینے ڈیڑھ بعد اکثر جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ چار ماہ بعد گیا تو حضور نے فرمایا کیا کوئی معصیت ہو گئی ہے جو اتنی دیر لگائی۔ میں رونے لگا اس کے بعد میں جلدی جلدی قادیان جایا کرتا تھا۔

ہم سے ملتے رہا کرو

حضرت منشی صاحب نے بیعت سے پہلے کی حضور کی ایک نصیحت کا ذکر کرتے

ہوئے بیان کیا کہ جب سرمہ چشم آریہ طبع ہوئی تو حضور نے چار نسخے مجھے اور چار منشی چراغ محمد صاحب کو کپورتھلہ بھیجے۔ چراغ محمد صاحب دینا نگر (گورداسپور) کے رہنے والے تھے۔ محمد خان صاحب، منشی اروڑا صاحب، منشی عبدالرحمٰن صاحب اور خاکسار ''سرمہ چشم آریہ'' (بیت الذکر) میں پڑھا کرتے تھے۔ پھر محمد خان صاحب، منشی اروڑا صاحب اور میں قادیان میں گئے۔ منشی اروڑا صاحب نے کہا کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ نہیں جایا کرتے چنانچہ تین چار روپے کی مٹھائی ہم نے پیش کی۔ حضور نے فرمایا یہ تکلفات ہیں۔ آپ ہمارے مہمان ہیں ہمیں آپکی تواضع کرنی چاہیے۔ پھر ہم تینوں نے بیعت کے لئے کہا۔ کیونکہ ''سرمہ چشم آریہ'' پڑھ کر ہم تینوں بیعت کا ارادہ کر کے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے بیعت کا حکم نہیں لیکن ہم سے ملتے رہا کرو۔ پھر ہم تینوں بہت دفعہ قادیان گئے اور لدھیانہ بھی کئی دفعہ حضور کے پاس گئے۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم صفحہ 80)

اس میں آزادی ہے

آپ گو کہ اپیل نویس تھے مگر دراصل سررشتہ داری (ہیڈ کلرک) کا کام کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں یہی صورت رہی۔ اپنے اس پیشہ سے متعلق ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور کے پاؤں دبا رہا تھا۔ میں نے عرض کیا حضور

مجھے اپیل نویس ہی رہنے دینا ہے۔ حضور نے فرمایا اس میں آزادی ہے آپ اکثر ہمارے پاس آجاتے ہیں اور زیادہ عرصہ آپ کو ہمارے پاس رہنا میسر ہے۔ پھر وقفہ کے بعد حضور نے فرمایا اچھا یوں ہو کہ منشی اروڑا صاحب کسی اور ملازمت پر چلے جائیں اور آپ ان کی جگہ پر ملازم ہو جائیں۔

خدا کی شان ہے کہ یہ بات من وعن پوری ہوئی۔ حضور کی زندگی میں آپ اپیل نویس ہی رہے اور حضور کی خدمت میں کثرت سے حاضری کا موقعہ ملتا رہتا۔ حضور کے وصال کے بعد کا واقعہ ہے کہ منشی اروڑا صاحب نائب تحصیلدار ہو گئے۔ اور آپ مستقل طور پر سررشتہ دار ہو گئے۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم صفحہ 17)

''ہم اور آپ کوئی دو ہیں؟''

ملک غلام فرید صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے ایک ملاقات میں دورانِ گفتگو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اپنے تعلق کا ایک واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے۔ ایک دفعہ میں قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خطوط کے جوابات دینے پر مامور تھا۔ حضور ہر روز کی ڈاک مجھے دے دیتے۔ میں خود ہی ان خطوط کو پڑھتا اور خلاصہ حضور کو سنا دیتا۔ حضور جو جواب لکھواتے میں وہ لکھ کر بھیج دیتا۔ ایک دن ڈاک میں ایک خط آیا۔ اس پر لکھا ہوا تھا کہ اس خط کو حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کے سوائے کوئی نہ کھولے میں نے وہ خط حضور کے سامنے رکھ دیا۔ حضور نے فرمایا منشی صاحب کیا ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت اس خط پر لکھا ہوا ہے کہ سوائے حضور کے اس خط کو کوئی نہ کھولے۔ اس لئے حضور ہی اس کو کھول کر پڑھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خط مجھے واپس دیتے ہوئے فرمایا منشی صاحب آپ ہی اس کو پڑھیں: ''ہم اور آپ کوئی دو ہیں؟''۔

اتنا واقعہ بیان فرما کر حضرت منشی صاحب رونے لگ گئے اور روتے روتے فرمایا! کہاں خدا کا پیارا مسیح اور کہاں یہ گنہگار۔ اور نوازش یہ کہ مجھے فرمایا: ''ہم اور آپ کوئی دو ہیں؟''۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم صفحہ 42)

خوش بختی

حضرت منشی ظفر احمد صاحب اپنے قادیان کے ایک قیام کے دوران اپنی خوش بختی کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ حضور بہت محبت سے پیش آئے۔ خود اندر سے کھانا لا کر کھلایا۔ دس بارہ دن قادیان رہا۔ اس وقت حافظ حامد علی خادم ہوتا تھا اور کوئی نہ ہوتا۔ جہاں اب مہمان خانہ اور مفتی صاحب کا مکان ہے اس کے پاس بڑی چوڑی کچی فصیل ہوتی تھی۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم صفحہ 79)

مسابقت فی الخیرات کا اعلیٰ نمونہ

ایک اور روایت منشی ظفر احمد صاحب یہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ اوائل زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لدھیانہ میں کسی ضروری.....اشتہار کے چھپوانے کے لئے ساٹھ روپے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت حضرت صاحب کے پاس اس رقم کا انتظام نہیں تھا اور ضرورت فوری اور سخت تھی۔ منشی صاحب کہتے تھے کہ میں اس وقت حضرت صاحب کے پاس لدھیانہ میں اکیلا آیا ہوا تھا۔ حضرت صاحب نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اس وقت یہ اہم ضرورت درپیش ہے کیا آپ کی جماعت اس رقم کا انتظام کر سکے گی۔ میں نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ کر سکے گی اور میں جا کر روپے لاتا ہوں۔ چنانچہ میں فوراً کپورتھلہ گیا اور جماعت کے کسی فرد سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا ایک زیور فروخت کر کے ساٹھ روپے حاصل کئے اور حضرت صاحب کی خدمت میں لا کر پیش کر دیئے۔ حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور جماعت کپورتھلہ کو (کیونکہ حضرت صاحب یہی سمجھتے تھے کہ اس رقم کا جماعت نے انتظام کیا ہے) دعا دی۔ چند دن کے بعد منشی اروڑا صاحب بھی لدھیانہ گئے تو حضرت صاحب نے ان سے خوشی کے لہجہ میں ذکر فرمایا کہ ''منشی صاحب اس وقت آپ کی جماعت نے بڑی ضرورت کے وقت امداد کی۔''

منشی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا۔ حضرت کون سی امداد؟ مجھے تو کچھ پتہ

نہیں؟۔حضرت صاحب نے فرمایا''یہی جو منشی ظفر احمد صاحب جماعت کپورتھلہ کی طرف سے ساٹھ روپے لائے تھے۔''منشی صاحب نے کہا''حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے مجھ سے تو اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی جماعت سے ذکر کیا۔اور میں ان سے پوچھوں گا کہ ہمیں کیوں نہیں بتایا۔''اس کے بعد منشی اروڑا صاحب میرے پاس آئے اور سخت ناراضگی میں کہا کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور تم نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔میں نے کہا منشی صاحب تھوڑی سی رقم تھی اور میں نے اپنی بیوی کے زیور سے پوری کر دی۔اس میں آپ کی ناراضگی کی کیا بات ہے۔مگر منشی صاحب کا غصہ کم نہ ہوا اور وہ برابر یہی کہتے رہے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی تھی اور تم نے یہ ظلم کیا کہ مجھے نہیں بتایا۔پھر منشی اروڑا صاحب چھ ماہ تک مجھ سے ناراض رہے۔اللہ اللہ یہ وہ فدائی لوگ تھے جو حضرت مسیح موعودؑ کو عطا ہوئے۔

ذرا غور فرمائیں کہ حضرت صاحب جماعت سے امداد طلب فرماتے ہیں مگر ایک اکیلا اور غریب شخص اٹھتا ہے اور جماعت سے ذکر کئے بغیر اپنی بیوی کا زیور فروخت کر کے اس رقم کو پورا کر دیتا ہے۔اور پھر حضرت صاحب کے سامنے رقم پیش کرتے ہوئے یہ ذکر تک نہیں کرتا کہ یہ رقم میں دے رہا ہوں یا کہ جماعت۔تا کہ حضرت صاحب کی دعا ساری جماعت کو پہنچے۔اور اس کے مقابل پر دوسرا فدائی یہ معلوم کر کے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور میں اس خدمت سے محروم رہا ایسا پیچ و تاب کھاتا ہے کہ اپنے دوست سے چھ ماہ تک ناراض رہتا ہے کہ تم نے حضرت

صاحب کی اس ضرورت کا مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا۔

((رفقاء)احمد جلد چہارم صفحہ 57-58)

ہم مشرب ہونے کا اعزاز

حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب اپنے بیٹھنے کی جگہ پر کھلے کواڑ کبھی نہ بیٹھتے۔بلکہ کنڈا لگا کر بیٹھتے تھے۔حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب تھوڑی تھوڑی دیر بعد آ کر کہتے ابا کنڈا کھول۔اور حضور اٹھ کر کھول دیتے۔میں ایک دفعہ حاضر خدمت ہوا۔حضور بوریئے پر بیٹھے تھے۔مجھ کو دیکھ کر آپ نے پلنگ اٹھایا۔اندر اٹھا کر لے گئے۔میں نے کہا حضور میں اٹھا لیتا ہوں۔آپ فرمانے لگے بھاری زیادہ ہے آپ سے نہیں اٹھے گا اور فرمایا آپ پلنگ پر بیٹھ جائیں۔مجھے یہاں نیچے آرام معلوم ہوتا ہے۔پہلے میں نے انکار کیا لیکن آپ نے فرمایا نہیں آپ بلا تکلف بیٹھ جائیں۔پھر میں بیٹھ گیا۔مجھے پیاس لگی تھی میں نے گھڑوں کی طرف نظر اٹھائی۔وہاں کوئی پانی پینے کا برتن نہ تھا۔آپ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کیا آپ کو پیاس لگ رہی ہے؟ میں پانی لاتا ہوں۔نیچے زنانے سے جا کر آپ گلاس لے آئے پھر فرمایا ذرا ٹھہریئے،اور پھر نیچے گئے اور وہاں سے دو بوتلیں شربت کی لے آئے۔جومنی پور سے کسی نے بھیجی تھیں۔بہت لذیذ شربت تھا۔فرمایا کہ ان بوتلوں کو رکھے ہوئے بہت دن ہو گئے۔کیونکہ ہم نے نیت کی تھی کہ پہلے کسی دوست کو پلا کر پھر خود پئیں گے آج مجھے یاد آ گیا۔چنانچہ آپ نے گلاس میں

شربت بنا کر مجھے دیا میں نے کہا پہلے حضور اس میں سے تھوڑا سا پی لیں۔تو پھر میں پیوں گا۔آپ نے ایک گھونٹ پی کر مجھے دے دیا اور میں نے پی لیا۔میں نے شربت کی تعریف کی۔آپ نے فرمایا کہ ایک بوتل آپ لے جائیں اور ایک باہر دوستوں کو پلا دیں۔آپ نے ان دونوں بوتلوں میں سے وہی ایک گھونٹ پیا ہوگا۔میں آپ کے حکم کے مطابق بوتلیں لے کر چلا آیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابت ایک مشہور روایت

حضرت منشی صاحب نے فرمایا ایک دفعہ حضور لیٹے ہوئے تھے اور سید فضل شاہ صاحب حضور کے پیر داب رہے تھے۔حضرت صاحب کسی قدر سو گئے۔فضل شاہ صاحب نے اشارہ کر کے مجھے کہا کہ یہاں پر جیب میں کچھ سخت چیز پڑی ہے۔میں نے ہاتھ ڈال کر نکال لی۔تو حضور کی آنکھ کھل گئی۔آدھی ٹوٹے ہوئے گھڑے کی ایک چپنی تھی اور دو ایک ٹھیکرے۔میں پھینکنے لگا تو حضور نے فرمایا یہ میاں محمود نے کھیلتے کھیلتے میری جیب میں ڈال دیئے۔آپ پھینکیں نہیں میری جیب میں ہی ڈال دیں کیونکہ انہوں نے ہمیں امین سمجھ کر اپنے کھیلنے کی چیز رکھی ہے وہ مانگیں گے تو ہم کہاں سے دیں گے۔پھر وہ جیب میں ہی ڈال لئے۔یہ واقعہ اگرچہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے سوانح میں لکھا ہے مگر میرے سامنے کا یہ واقعہ ہے۔

((رفقاء)احمد جلد چہارم صفحہ 98-99)

قبولیت دعا ”بس اوپر بھی پانی ہو اور نیچے بھی پانی ہو“

ایک دفعہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے بیان کیا کہ میں اور منشی اروڑا صاحب اکٹھے قادیان میں آئے ہوئے تھے اور سخت گرمی کا موسم تھا۔اور چند دن سے بارش رکی ہوئی تھی۔جب ہم قادیان واپس روانہ ہونے لگے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے تو منشی اروڑا صاحب مرحوم نے حضرت صاحب سے عرض کیا ”حضرت گرمی بڑی سخت ہے دعا کریں کہ ایسی بارش ہو کہ بس اوپر بھی پانی ہو اور نیچے بھی پانی ہو۔“ حضرت صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا ”اچھا اوپر بھی پانی ہو اور نیچے بھی پانی۔“

مگر ساتھ ہی میں نے ہنس کر عرض کیا کہ حضرت یہ دعا انہی کے لئے کریں۔میرے لئے نہ کریں (ذرا ان ابتدائی بزرگوں کی بے تکلفی کا انداز ملاحظہ ہو کہ حضرت صاحب سے یوں ملتے تھے جیسے ایک مہربان باپ کے ارد گرد اس کے بچے جمع ہوں) اس پر حضرت صاحب پھر مسکرا دیئے اور ہمیں دعا کر کے رخصت کیا۔منشی صاحب فرماتے تھے کہ اس وقت مطلع بالکل صاف تھا اور آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا۔مگر ابھی ہم بٹالہ کے راستہ میں یکہ میں بیٹھ کر تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ سامنے سے ایک بادل اٹھا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر چھا گیا۔اور پھر اس زور کی بارش ہوئی کہ راستے کے کناروں پر مٹی اٹھانے کی وجہ سے جو خندقیں بنی ہوئی تھیں وہ پانی سے

لبالب بھر گئیں۔ اس کے بعد ہمارا یکہ جو ایک طرف کی خندق کے پاس چل رہا تھا یک لخت الٹا اور اتفاق ایسا ہوا کہ منشی اروڑا صاحب خندق کی طرف کو گرے اور میں اونچے راستہ پر گرا۔ جس کی وجہ سے منشی صاحب کے اوپر اور نیچے پانی ہی پانی ہو گیا۔ اور میں بچ رہا۔ چونکہ خدا کے فضل سے چوٹ کسی کو بھی نہیں آئی تھی میں نے منشی اروڑا صاحب کو اوپر اٹھاتے ہوئے ہنس کر کہا ”لو اوپر اور نیچے پانی کی اور دعائیں کرا لو۔“ اور پھر ہم حضرت صاحب کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے آگے روانہ ہوئے۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم صفحہ 57)

حضور کی تصویر اتارنے کا واقعہ

حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور دہلی سے واپسی پر امرتسر اُترے۔ حضرت (اماں جان) بھی ہمراہ تھیں۔ حضور نے ایک صاحبزادے کو جو غالباً میاں بشیر احمد صاحب تھے گود میں لیا اور ایک وزنی بیگ دوسری بغل میں لیا۔ مجھے فرمایا کہ آپ پاندان لے لیں۔ میں نے کہا حضور مجھے بیگ دے دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ ایک دو دفعہ میرے کہنے پر حضور نے یہی فرمایا۔ تو میں نے پاندان اٹھا لیا۔ اور ہم چل پڑے۔ اتنے میں دو تین جوان عمر انگریز جو اسٹیشن پر تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ حضور سے کہو کہ ذرا کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے عرض کی کہ حضور یہ چاہتے ہیں کہ حضور ذرا کھڑے ہو جائیں۔ حضور کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اسی حالت میں حضور کا فوٹو لے لیا۔ ((رفقاء) احمد جلد چہارم صفحہ 94-95)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان ہونے کا اعزاز

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں قادیان سے رخصت ہونے لگا اور حضور نے اجازت دی۔ پھر فرمایا کہ ٹھہر جائیں۔ آپ دودھ کا گلاس لے آئے اور فرمایا پی لیں۔ شیخ رحمت اللہ صاحب بھی آ گئے۔ پھر ان کے لئے بھی حضور دودھ کا گلاس لائے اور پھر نہر تک ہمیں چھوڑنے کے لئے تشریف لائے اور بہت دفعہ حضور نہر تک ہمیں چھوڑنے کے لئے تشریف لاتے۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم صفحہ 114)

میں قادیان میں (بیت) مبارک سے ملحق کمرے میں ٹھہرا کرتا تھا۔ میں ایک دفعہ سحری کھا رہا تھا۔ حضور تشریف لے آئے۔ دیکھ کر فرمایا: آپ دال سے روٹی کھا رہے ہیں؟ اور اسی وقت منتظم کو بلوایا اور فرمانے لگے کہ آپ سحری کے وقت دوستوں کو ایسا کھانا دیتے ہیں؟ یہاں ہمارے جس قدر احباب ہیں وہ سفر میں نہیں۔ ہر ایک سے معلوم کرو کہ ان کو کیا کیا چیز کھانے کی عادت ہے اور وہ سحری کو کیا کیا چیز پسند کرتے ہیں۔ ویسا ہی کھانا ان کے لئے تیار کیا جائے۔ پھر منتظم میرے لئے اور کھانا لایا۔ مگر میں کھانا کھا چکا تھا اور (نداء) بھی ہو گئی تھی۔ حضور نے فرمایا (نداء) جلد دی گئی ہے اس کا خیال نہ کرو۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم ص 120-121)

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب کے الفاظ حضرت منشی ظفر احمد صاحب

کپورتھلوی کی سیرت کا نقشہ یوں بیان کرتے ہیں:

’’جماعت کپورتھلہ کے وہ بزرگ (جو جماعت مذکور کے بانیوں میں سے تھے) اور جنہوں نے اپنے عشق و وفا کا وہ عملی ثبوت دیا کہ خدا کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں اپنے ساتھ ہونے کا وعدہ دیا۔.....میری تحقیقات میں کپورتھلہ کی جماعت کے آدم حضرت منشی ظفر احمد صاحب تھے اور ان کے اخلاص اور عملی زندگی نے دوسروں کو شیدائے مسیح موعود کر دیا اور پھر یہ کہنا مشکل ہو گیا کہ کون پہلے ہے اور کون پیچھے۔ ہر ایک اپنے اپنے رنگ میں بے نظیر اور واجب التقلید تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنے رحم و کرم کے بادل برسائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات دے اور ہمیں ان کی عملی زندگی کی توفیق۔ جماعت کپورتھلہ کے مخلصین کے نام مکتوبات بہت کم ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق و محبت کے یہ پروانے ذرا فرصت پاتے تو قادیان پہنچ جاتے اور خط و کتابت کی نوبت ہی نہ آتی۔ جہاں حضرت جاتے یہ ساتھ جاتے۔‘‘

(بحوالہ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم)

اہلیان کپورتھلہ نے جہاں مالی قربانی کی اعلیٰ مثال قائم کی وہاں اس قربانی کے بدلے میں دوگنا چوگنا اضافہ جو خدا نے قربانی کرنے والوں سے کیا ہے اسی دنیا میں اپنے امام کے ہاتھوں پورا ہوتے بھی دیکھ لیا۔ اس کی ایک مثال یوں ہے:

میاں جی نظام الدین احمدی ساکن کپورتھلہ نہایت غریب آدمی تھے۔ پیدل چل

کر وہ قادیان گئے اور دو آنے حضور کو نذرانے کے طور پر پیش کئے۔ حضور نے جزاکم اللہ کہہ کر دو آنے لے لئے۔ چند دن بعد نظام الدین صاحب رخصت ہونے لگے حضور نے فرمایا۔ ٹھہرو! اندر سے جا کر سات یا آٹھ روپے حضور لائے اور میاں جی نظام الدین کو عنایت فرمائے۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم ص124)

اور حضور کی معیت کے الفاظ تو ان لوگوں کے حق میں ہمیشہ پورے ہوتے رہے اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی وفات سے قبل کی رؤیا اس پر گواہ ہے۔

’’آپ لوگ اس دنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے۔‘‘

حضرت منشی ظفر احمد بہ عین قلب دید

جنت الفردوس اندر سایہ دیوار دوست

(حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے اپنے دل کی آنکھ سے جنت الفردوس کو اپنے دوست کے سائے میں پا لیا)

☆☆☆☆☆

نام کتاب .... حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی

طبع .... اول

پبلشر .... قمر احمد محمود

مطبع .... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

اس کتاب کی اشاعت کے لئے مکرم شیخ فرحت اللہ صاحب مجلس دارالذکر فیصل آباد نے معاونت فرمائی ہے۔

فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء